غیر مسلم ممالک اوران کے بینکوں سے سود لینے کا حکم!

مولوی حبیب اللہ بنوی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

وہ مسلمان جو امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا اور برطانیہ وغیرہ میں مقیم ہیں اور وہ اپنا پیسہ وہاں کے بینکوں میں رکھواتے ہیں اور وہ بینک انہیں سود دیتے ہیں تو کیا وہ سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اسے اپنی ذات پر استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور پھر یہ کہ اگر اس پیسے کو پاکستان منتقل کر کے کسی رفاہی کام یا کسی مدرسہ میں استعمال کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس صورت میں حکم شریعت کیا ہوگا کہ ان ممالک کے جو بینک پاکستان میں کام کررہے ہیں، اگر ان میں پیسہ رکھوایا جائے اور اس پر جو سود کی رقم بینک کی جانب سے دی جاتی ہے، اُسے مندرجہ بالا امور پر خرچ کیا جائے؟۔ ازراہِ کرم شریعت مطہرہ کی روشنی میں حل بتا کر مشکور فرمائیں۔

مستفتی: وحید الرحمٰن، کراچی

الجواب حامداً ومصلیاً

سود لینا اور دینا دونوں حرام ہیں، شریعت میں یہ تفریق قابل عمل اور لائق اعتبار نہیں کہ غیر مسلم فرد یا ملک یا ان کے کسی ادارے سے دارالاسلام یا دارالحرب میں سود لینا جائز ہے۔

لہٰذا صورت مسؤلہ میں غیر مسلم ممالک کے بینکوں سے سود وصول کرنا ناجائز ہے خواہ وہ بینک بیرون ملک میں ہوں یا پاکستان میں ہوں، اگر کسی کے پاس نادانستہ ایسی رقوم جمع ہو چکی ہوں تو اس سے اپنے آپ کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بغیر ثواب کی نیت کے مستحق فقراء پر خرچ کردیں

یا ایسے ادارے کے حوالے کردیں، جو براہ راست فقراء پر خرچ کرتا ہو۔

"بدائع الصنائع" میں ہے:

"(فصل) وأما شرائط جريان الربا (فمنها) أن يكون البدلان معصومين فان كان أحدهما غير معصوم لايتحقق الربا عندنا وعند أبى يوسف هذا ليس بشرط وعلى هذا الأصل يخرج ما إذا دخل مسلم دار الحرب تاجراً فباع حربيا درهما بدرهمين أو غير ذلک من سائر البيوع فى حكم الإسلام أنه يجوز عند أبى حنيفة ومحمد وعند أبى يوسف لايجوز.........وجه قول أبى يوسف أن حرمة الربا كما هى ثابتة فى حق المسلمين فهى ثابتة فى حق الكفار لأنهم مخاطبون بالحرمات فى الصحيح من الأقوال فاشتراطه فى البيع يوجب فساده كما إذا بايع المسلم الحربى المستأمن فى دار الإسلام..........". (۱۹۲/۵، ط:سعيد)

"فقه المعاملات لمحمد على الصابونى" میں ہے:

"الربوا حرام سواء كان مع المسلم أو مع غير المسلم فما يفعله بعض المسلمين من وضع أموالهم فى البنوک الأروبية أو الأمريكية ثم أخذ فوائد ربوية عليها بزعمهم أن تلک البلاد "دارالحرب" لأنها بلاد غير الإسلامية إنما هو من تزيين الشيطان لهم لجرهم إلى الوقوع فى المحرم، واستحلال الربوا الذى حرمه الله تعالى، وهذا الإعتقاد خطأ جسيم وخطر قادح يجر المسلمين إلى مقارفة جريمة الربوا على ظن منهم أن الدين يبيح لهم ومادروا أنهم يخالفون تعاليم دينهم صراحةً وجهاراً دون فقه لتعليمه الرشيدة السامة".

(حصه اول، ص: ۱۵۷، ط: المكتبة العصرية لبنان)

"بدائع الصنائع" میں ہے:

(وأما) إسلام المتبايعين فليس بشرط لجريان الربا فيجرى بين أهل الذمة وبين المسلم والذمى لأن حرمة الربا ثابتة فى حقهم لأن الكفار مخاطبون بشرائع هى حرمات إن لم يكونوا مخاطبين بشرائع هى

عبادات عندنا قال الله تعالی: ”وأخذ هم الربا وقد نهوا عنه وأكلهم أموال الناس بالباطل“ وروی أن رسول الله صلی الله علیه وسلم كتب إلی مجوس هجر: إما أن تذروا الربا أو تأذنوا بحرب من الله ورسوله وهذا فی نهاية الوعيد فيدل علی نهاية الحرمة، والله سبحانه وتعالی أعلم“. (۵/ ۱۹۳،ط:سعید)

لہذا اضافی رقم نکلوانے کے بعد فقراء کو مالک بنانا شرط ہے اور جن اداروں میں تملیک کی شرط نہیں پائی جاتی ان میں دینا شرعاً جائز نہیں۔

”فتاویٰ شامی“ میں ہے:

”والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم وإلا فإن علم عين الحرام لايحل له ويتصدق به بنية صاحبه“. (۵/ ۹۹،ط:سعید)

”تفسیر قرطبیؒ“ میں ہے:

”إن سبيل التوبة مما بيده من الأموال الحرام إن كانت من ربا فليردها علی من أربی عليه ويطلبه إن لم يكن حاضراً فإن أيس من وجوده فليتصدق بذلك عنه“. (۲/ ۲۳۷،ط:دار الكتب العلمية،بيروت،لبنان)

فقط والله أعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
محمد عبد المجید دین پوری	رفیق احمد	حبیب اللہ بنوی
		متخصصِ فقہِ اسلامی

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

☆ ☆...☆ ☆